اسلامیات

باب نمبر4: 1۔ خشیت الٰہی

س1۔ خشیت الٰہی کے متعلق اسلامی تعلیمات بیان کریں۔

ج: ارشاد ربانی ہے "بے شک اللہ کے بندوں میں سے وہی اس سے ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں"۔اس سے ظاہر ہوا کہ خشیت الٰہی علم سے پیدا ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم وہ سب جان لو، جو مجھے معلوم ہے تو تمہارا ہنسنا بہت کم ہو جائے اور رونا بہت زیادہ ہو جائے۔" رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اللہ کے نیک اور خداترس بندے وہ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، اور صدقات و خیرات کرتے ہیں، اس کے باوجود اس بات سے ڈرتے ہیں، کہ کہیں ان کی یہ عبادتیں رد نہ ہو جائیں۔ یہی لوگ تیزی سے نیکی کی طرف بڑھنے والے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس بندہ مومن کی آنکھوں سے خشیت الٰہی کے تحت مکھی کے سر جتنا آنسو بھی اس کے رخساروں پر بہہ نکلے تو اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ کو اس پر حرام کر دے گا۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب خشیت الٰہی سے کسی بندے کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس وقت اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے کسی (خزاں رسیدہ) بوڑھے درخت سے اس کے پتے جھڑتے ہیں۔

2۔ امر بالمعراف و نہی عن المنکر

س1۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کیا مراد ہے؟

ج: امر کے لفظی معنی ہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دینا اور نہی کے معنی ہیں کسی بات سے روکنا۔ معروف کے معنی ہیں جانا پہچانا جسے آپ جانتے ہوں جو آپ کی فطرت سے موافقت رکھتا ہو، جس سے کوئی اجنبیت محسوس نہ ہو۔ شرعی اصطلاح مین اس کا مطلب ہے نیک کام، جنہیں انسان کی اپنی فطرت اور پورا انسانی معاشرہ اچھے کاموں کی حیثیت سے پہچانتا ہو۔ اس کے برعکس منکر وہ ہے جو انسانی فطرت کے مطابق نہ ہو اور وہ انسان فری طور پر اسے اچھا نہ سمجھے۔ عام الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ امر بالمعروف سے مراد ہے نیک کاموں کا حکم دینا اور نہی عن المنکر سے مراد برائی سے روکنا ہے۔

س2۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اُمت محمدیہ پر کیوں فرض قرار دیا گیا؟

ج: امر بالمعروف و نہی عن المنکر اُمت مسلمہ پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب دنیا مین قیامت تک کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور ہم آخری اُمت ہیں۔ اب لوگوں تک ہدایت و رہنمائی اور اسلام کی تعلیمات پہنچانے کی ذمہ داری اُمت محمدیہ پر عائد ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: (اے مومنو!) تم سب سے بہتر اُمت ہو۔(تمہیں) لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

س3۔ اُمت مسلمہ کی فضیلت کی بنیاد کیا ہے؟ تفصیل سے بیان کریں۔

ج: ہماری اُمت کی فضیلت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر ہم یہ فریضہ سرانجام دینے میں کوتاہی کریں گے تو نہ صرف ہماری فضیلت ختم ہو جائے گی بلکہ اللہ کے ہاں ہمیں جوابدہ ہونا پڑے گا۔ ملت اسلامیہ کے افراد کے ساتھ اسلامی حکومت کا اولین فریضہ بھی یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔

س4۔ ایک مسلمان حکومت کا اولین فریضہ کیا ہے؟ وضاحت کریں۔

ج: اس طرح ایک اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ وہ جب تک بر سر اقتدار رہے اپنے تمام وسائل کو استعمال کرتے ہوئے نیکی کو پھیلائے اور بے حیائی اور بُرائی کو مٹائے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطانی تدبیریں اور نفس کی ترغیبات انسان کو نیکی سے غافل کرنے میں ہر وقت لگی رہتی ہیں۔ اس لیے یہ بات بہت ضروری ہے کہ انسان کو حقیقت حال کی یاددہانی کا کام بھی اسی طرح مسلسل ہوتا رہے۔ نیکی کی طرف بلانے کے لیے قرآن نے اسی لیے ذکر یا ذکریٰ (یاددہانی) کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ اسلامی حکومت کے ذرائع ابلاغ کے لیے لازم ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کی طرف راغب کرنے اور بدی و بے حیائی سے روکنے کے سلسلے میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔

س5۔ رسول ﷺ نے بُرائی سے روکنے کے لیے جو ہدایت فرمائی ہے اُسے واضح کریں۔

ج: رسول پاک ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ تم میں سے کوئی شخص اگر ظلم و زیادتی اور بُرائی کو طاقت کے ساتھ روک سکتا ہو تو زور بازو سے روک دے۔ اس کی ہمت نہ ہو تو زبان سے روک دے۔ لیکن اگر اس کا ایمان بے حد کمزور ہے تو وہ اسے دل سے برا سمجھے۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو پھر ایمان کا کون سا درجہ باقی رہ جاتا ہے۔

3۔ حقوق العباد

س1۔ یتیموں کے بارے میں قرآنی احکام بیان کریں۔

ج: یتیم کو حقیر و بے سہارا سمجھ کر انہیں دھکے نہ دیے جائیں۔(الماعون۔2) نہ ان کے احترام میں کوئی کمی کی جائے (الفجر:17) یتیم پر قہر اور ستم نہ کیا جائے (الضحیٰ:9) کسی رشتہ دار کو کھانا کھلانا بہت بڑی نیکی قرار دیا گیا (البلد۔15) لیکن یتیم کو یہ کھانا اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کھلایا جائے۔(الدھر۔8)

یتیموں کا مال اپنے مال میں شامل نہ کرو۔ بلکہ احتیاط اور ذمہ داری سے ان کے حوالے کردو۔ وگرنہ یہ بہت بڑا گناہ ہو گا۔(النساء۔2) لیکن نا سمجھی کی عمر میں یتیموں کے مال ان کے حوالے نہ کرو۔ بلکہ ان کی پرورش بھی کرو اور ان کے مال بھی حفاظت سے رکھو۔ پھر جب وہ بڑے اور سمجھ دار

ہو جائیں تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو (النساء: 5، 6) یتیموں کے ساتھ انصاف کا معاملہ کریں۔ (النساء: 127)

س2۔ رسول کی یتیموں کے بارے میں کیا تعلیمات ہیں؟

ج: میں اور کسی یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں دو ساتھ ساتھ والی انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے۔

مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بھلائی کی جا رہی ہو اور سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ بد سلوکی کی جاتی ہو۔

جو یتیم بچے کو اپنے گھر بلا کر لائے اور اس کو کھلائے پلائے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کی نعمت عطا فرمائے گا۔

س3۔ یتیموں کے بارے میں صحابہ کے طرز عمل کی مثالیں پیش کریں۔

ج: کسی یتیم کی پرورش کا سوال آتا تو اس کے لیے متعدد صحابہؓ پیش کش کرتے۔

بدر کے یتیموں کے حق میں حضرت فاطمہؓ اپنے حصے سے دستبردار ہو گئیں۔

حضرت عائشہؓ یتیم بچیوں کی پرورش کا بڑا اہتمام کرتیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اکثر کسی یتیم بچے کو ساتھ بٹھائے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔

حضرت ابوالدحداحؓ نے اپنا باغ ایک یتیم بچے کو ہبہ کر دیا۔

اسلام نے مسلمان حکمرانوں اور قاضیوں کی ذمہ داری قرار دی کہ وہ یتیموں کے اموال، مفادات اور معاملات کی دیکھ بھال کریں اور ان کے سرپرست کے طور پر ان کی شادی بیاہ کا بھی بندوبست کریں۔

س4۔ اسلام سے پہلے بیواؤں کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا جاتا تھا؟

ج: بیوہ کے ساتھ انسانی تاریخ میں جو ظلم روا رکھا گیا ہے، وہ انتہائی دردناک ہے۔ عرب میں یہ جانوروں کی طرح خاوند کی وارثوں کی غلامی میں چلی جاتی تھیں۔ یہودیوں میں یہ مرحوم شوہر کے بھائی کی ملکیت قرار پاتی تھیں۔ ہندو مذہب نے تو اسے زندہ رہنے کا حق بھی چھیننے کی کوشش کی۔ یا تو وہ شوہر کی چتا کے ساتھ جل مرے اور ستی ہو جائے۔ وگرنہ ساری عمر لعنت اور نحوست کی علامت بن کر سوگ میں گزار دے۔

س7۔ مسافر کے حقوق بیان کریں۔

ج: مسافر انسان اپنے گھر سے دور ہوتا ہے اور وقتی طور پر آرام و آسائش سے محروم ہوتا ہے۔ اس کی نگہداشت کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مسافر اور انجانے مہمان فرشتوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس میں بھی ہمارے لیے رہنمائی کا سامان ہے۔

س9۔ مسافر کی خدمت کے آداب بیان کریں۔

ج: بات چیت کا آغاز سلام سے ہونا چاہیے۔ یہ ایک دوسرے کے لیے سلامتی کی دعا ہے اور اس کے بعد کھانے پینے کا انتظام فوری طور پر کرنا چاہیے۔ مسافر کی خدمت کر کے خوشی محسوس ہونی چاہیے۔

اس کے آرام کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہر وقت اس کے پاس نہ رہیں بلکہ اسے کچھ دیر کے لیے تنہا بھی چھوڑ دینا چاہیے۔

مسافروں کی عزت و احترام کا تحفظ بھی ضروری ہے۔ جس طرح حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کے احترام کی ہر ممکن کوشش فرمائی تھی۔

قرآن کریم نے صداقت کے مصارف میں سے ایک مصرف ابن السبیل (راہ گیر یا مسافر) بھی قرار دیا ہے۔

سفر پر روانگی کے وقت مسافر کو تھوڑی دور تک ساتھ چل کر دعاؤں کے ساتھ رخصت کریں۔

سفر سے واپسی پر مسافر کا استقبال کرنا بھی اچھی بات ہے۔

4۔ کاروبار میں دیانت

س1۔ کاروبار میں دیانت کے بارے میں اسلامی تعلیمات بیان کریں۔

ج: سچا اور دیانت دار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کاروبار میں دیانت کی وجہ سے انسان کو سب سے بڑے مرتبے والے لوگوں کا ساتھ نصیب ہوگا۔ جبکہ دوسرا پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن تاجروں کا حشر فاجروں اور بدکاروں جیسا ہوگا۔ سوائے ان تاجروں کے جو تقویٰ، نیکی اور سچائی اختیار کریں۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگ قیامت میں اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی اور عذاب کے حق دار ہوں گے۔ ان میں سے ایک وہ تاجر ہے، جو جھوٹی قسموں کے ذریعے اپنا کاروبار چلاتا ہے۔

5۔ تعلقات میں منافقت سے اجتناب

س1۔ معاشرتی زندگی میں منافقت کے کسی ایک پہلو پر نوٹ لکھیں۔

ج: کسی ملک کی باگ دوڑ اس کے سیاسی لیڈروں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ یہ لوگ بڑے سمجھدار اور بلند کردار ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات کچھ سیاسی رہنماؤں کا دامن منافقت سے پاک نہیں رہتا۔ اگر کوئی سیاسی منافقت کی بجائے حقیقی طور پر ملک و ملت کی بھلائی اور ترقی کے لیے کام کرے تو اس کا بھی بھلا ہے اور اس کی قوم کا بھی۔ اس دنیا میں عزت اور آخرت میں بھی کامیابی حاصل ہوگی۔ ایک تاجر اور دکان دار خریداروں سے محبت جتاتا ہے۔ کہتا ہے یہ رعایت صرف آپ کے لیے ہے۔ اس طرح انہیں چالبازی سے اعتماد میں لے کر ان سے دھوکہ کرنا اس کی آخرت برباد کرتا ہے اور اس کا کاروبار بھی متاثر ہوتا ہے۔ بعض تاجر ملاوٹ کے ذریعے لوگوں کو ناقص اشیا فراہم کر کے اُن کی صحت برباد کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے متعلق فرمایا کہ ایسے لوگ مسلمانوں میں سے نہیں ہیں۔

س3۔ آخرت میں منافقوں کا کیا انجام ہوگا؟

ج: منافقت کرنے والے کی آخرت بھی برباد ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔ قرآن میں اس کے لیے درک کا لفظ آیا ہے۔ عربی میں اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی سیڑھی سے نیچے اُتر رہا ہو تو سیڑھی کا ہر نچلا پایہ درک کہلاتا ہے۔ یعنی یہ شخص انسانیت اور زندگی کی سیڑھی پر مسلسل ذلت و پستی ہی کی طرف سفر کرتا رہا ہے اور اپنی پستی کے اس سفر کی بنا پر آخرت میں جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ذلت و پستی کی اس انتہا سے اپنی پناہ میں لے لے۔ آمین۔

س4۔ رشتے داروں اور سماجی کارکنوں سے حسن تعلق پر نوٹ لکھیں۔

ج: دنیا میں آج کل سماجی خدمت کا بھی کافی رواج ہے۔ بہت سے خدا کے بندے خالص انسانی بھلائی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے مصیبت زدہ اور ضرورت مند بھائیوں کی خدمت میں مصروف ہیں لیکن یہاں بھی منافقت نے راہ پالی ہے۔ بہت سے لوگ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے اندر ملک وملت کی خدمت کا جذبہ ہے۔ لیکن اُن کے مقاصد کچھ اور ہوتے ہیں۔ اُن سے انسانیت کو کوئی بھلائی حاصل نہیں ہوتی۔

پاکستان ہمارا وطن ہے اور ہم سب کو اس میں رہنا ہے۔ اس کی عزت اور ترقی ہی میں ہماری فلاح و کامیابی ہے اور ہماری ترقی و کامیابی کا راز اسلام کے بتائے ہوئے دیانت اور راست بازی کے اصولوں میں ہے۔ لیکن بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے اہلِ وطن بھائیوں کو بھی دھوکہ دینے سے باز نہیں رہتے۔ نمونہ کچھ دکھاتے ہیں چیز کچھ دیتے ہیں۔ اسی طرح جو مال باہر کے ملکوں کو بھیجا جاتا ہے بعض اوقات وہ بھی طے شدہ اور دکھائے گئے نمونے سے مختلف اور غیر معیاری ہوتا ہے۔ اس سے دوسرے لوگوں کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ ملکی برآمدات متاثر ہوتی ہیں۔ اور ملک کی ترقی اور اس کے باشندوں کی خوش حالی پر برا اثر پڑتا ہے۔

6۔ جہاد

س1۔ جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم بیان کریں۔

ج: جہاد فی سبیل اللہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین پر پوری طرح عمل کرنے اور اسے دوسرے بندوں تک پہنچانے کے لیے وہ سب کچھ کر ڈالا جائے جو انسان کے بس میں ہے اور اپنی پوری قوتیں اس مقصد کے حصول میں لگا دی جائیں۔ جو شخص جہاد میں حصہ لیتا ہے اسے مجاہد کہتے ہیں۔

س2۔ مسلح جہاد کے مقاصد بیان کریں۔

ج: مسلح جہاد کے سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس کی اجازت ان دو مقاصد کے لیے دی گئی ہے۔

(الف) اپنے دفاع اور حفاظت کے لیے یعنی جب کوئی دوسرا آپ پر حملہ کرے تو اپنے دین اور اسلامی ریاست کی حفاظت کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں۔

(ب) فتنہ دفع کرنا یعنی جب انسان پر ظلم کیا جائے، اللہ کے بندوں کو اپنے بنائے ہوئے قوانین کی غلامی پر مجبور کیا جائے، بندوں تک اُن کے مالک حقیقی کا دین نہ پہنچنے دیا جائے اور دعوتِ دین کے قانونی راستے بند کر دیے جائیں تو برائی، زیادتی اور "فتنے" کو ختم کرنے کے لیے طاقت استعمال کی جائے۔ اسی طرح اگر کہیں مسلمانوں پر ظلم کیا جا رہا ہو تو انہیں ظالموں کے پنجے سے نجات دلانے کے لیے بھی ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی "اے مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے کس مردوں، عورتوں اور بچوں کی حمایت میں نہیں لڑتے جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور اپنے اللہ سے دعا کر رہیں کہ ہمیں ظالموں کی اس بستی سے نکال! اور ہمارے لیے اپنے ہاں سے کوئی حامی اور مددگار بھیج۔"

س4۔ فتنہ کا مفہوم اور اس کی حقیقت بیان کریں۔

ج: ''فتنہ'' کا مطلب ہے کہ اسلام کے راستے میں روڑے اٹکائے جائیں۔ لوگوں کو اسلام کی پیروی کا حق نہ دیا جائے اور انہیں اپنے حقیقی مالک کی بندگی سے روکا جائے۔ یہ ایسا ظلم ہے جس سے بڑا کوئی ظلم نہیں ہوسکتا۔ یہ قتل سے بھی بڑا ظلم ہے۔ کیونکہ قتل کے ذریعے سے تو انسان کو محض چند روزہ زندگی سے محروم کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی کو اطاعتِ الٰہی سے روکا جائے اور پروردگار حقیقی کا بندہ بننے کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کی جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اصل زندگی تباہ کردی گئی ہے اور اسے آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کی بے پایاں نعمتوں سے محروم کردیا گیا۔

7۔ اتحادِ ملی

س1۔ عقائد و نظریات میں یگانگت ہمارے ملی اتحاد کی مضبوط بنیاد ہے وضاحت کریں۔

ج: ہمارا خالق و مالک ایک ہے۔ مسلمان ایک رسول کے بتائے ہوئے طریقے ہی کو اپنے لیے راہ نجات سمجھتے ہیں۔ ہماری ہدایت و رہنمائی کا بنیادی سرچشمہ بھی ایک ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن حکیم۔ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے، حساب کتاب منعقد ہونے اور جزا و سزا کے متعلق بھی ہم سب کا عقیدہ و نظریہ ایک ہے۔ اس نظریاتی یگانگت نے ہمیں اتحادِ ملی کے ایک مضبوط رشتے سے منسلک کردیا ہے۔

س2۔ اسلامی عبادات کی ہم آہنگی ہمارے ملی اتحاد کا ذریعہ ہے تفصیل سے بیان کریں۔

ج: اسلام نے بندگی اور عبادات کے جو طریقے مقرر کیے ہیں وہ ہمارے اس اتحاد ملی کے رشتے کو اور مضبوط بنادیتے ہیں۔ ہماری سب سے اہم اور بنیادی عبادت نماز ہے۔ دنیا کے ہر خطے کے لوگ اسے ایک ہی طرح سے ادا کرتے ہیں۔ نماز دن میں پانچ مرتبہ اتحادِ ملی کے سبق کو ہمارے ذہن میں تازہ کرتی ہے۔ اس کے اوقات ایک ہیں۔ اذان بھی ایک ہے۔ یہ عبادت دنیا بھر کے مسلمان ایک ہی مرکز خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے ادا کرتے ہیں اور ایک طرح رکوع و سجود کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ہمارے اتحاد ملی کا ذریعہ بھی ہے۔ اور اسے مضبوط بنانے کا وسیلہ بھی۔ روزے بھی اتحاد ملی کو مضبوط و مستحکم کرتے ہیں۔ بھوک پیاس کا ذاتی تجربہ اپنے بھائیوں کی مدد کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ ماہِ رمضان کے اختتام پر فطرانہ ملت کے تمام افراد کے عید کی خوشیوں میں شامل ہونے کا وسیلہ بنتا ہے اور حج تو پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرکے ایک بین الاقوامی اتحاد ملی کا سبق دیتا ہے۔ نماز جمعہ ہفتے میں ایک دن محلے کے مسلمانوں کو ایک جگہ اکٹھا کرکے ملی اتحاد کا سبق دیتی ہے۔ نماز عید سال میں دو مرتبہ پورے شہر کے مسلمانوں کو شہر سے باہر ایک میدان میں جمع کردیتی ہے۔ غرض ہم اسلامی عبادات کو جس پہلو سے بھی دیکھیں ملی اتحاد کا فروغ ان کا ایک اہم مقصد نظر آتا ہے۔

س4۔ ملی اتحاد مضبوط کرنے کے سلسلے میں چند قرآنی تعلیمات بیان کریں۔

ج: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کے درمیان صلح کرادو۔ (الحجرات:9) اور حکم دیا اللہ کے بندو، بھائی بھائی بن جاؤ۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوجاؤ (تفرقے میں نہ پڑو) اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کردی اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے (آل عمران:102)

قرآن میں باہمی ہمدردی کے بہت سے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ باہمی خیر خواہی کا اس حد تک جذبہ پیدا کیا گیا کہ اگر خود کچھ نہ کرسکتے ہو تو

دوسروں کو اپنے مسلمان بھائی کی مدد کی ترغیب و توجہ ہی دلادو۔ اگر اس کا بھی موقع نہ ملے، تو اُن کے لیے دعائے خیر ہی کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہم دُعا کریں (اے اللہ) ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کینہ اور عداوت نہ پیدا ہونے دے۔

س5۔ رسول ﷺ نے ہمارے اتحاد ملی کو مستحکم کرنے کے لیے کیا ہدایات فرمائیں؟

ج: تم مسلمانوں کی باہمی رحم، محبت اور شفقت کرنے میں جسم واحد کی طرح دیکھو گے کہ اگر اس کے ایک عضو میں تکلیف ہو جائے تو بدن کے سارے اعضا بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہو جاتے ہی۔ مسلمان ایک دوسرے کو اس طرح مضبوط کرتے ہیں جس طرح دیوار کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے واضح کرنے کے لیے ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دوسرے ہاتھ میں داخل کر کے دکھائیں۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ خود اس پر ظلم کرتا ہے نہ کسی دوسرے کو اس پر ظلم کرنے دیتا ہے۔

9۔ نظم وضبط اور قانون کا احترام

س1۔ کیا کائنات کسی قانون کے تحت پیدا کی گئی ہے وضاحت کریں؟

ج: اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کو کسی نہ کسی ضابطے کے تحت بنایا ہے اور وہ چیز اُسی ضابطے اور نظم کے مطابق چل رہی ہے۔ سورج اپنے وقت پر مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور مغرب میں غروب ہو جاتا ہے۔ چاند کی جو منزلیں مقرر ہیں اُس سے وہ ذرا بھی انحراف نہیں کرتا دن اور رات بھی اپنے اپنے وقت میں رونما ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے جسم کے اندر جو اعضا بنائے گئے ہیں اور اُن کو جو کام سونپا گیا ہے وہ اُن تمام کاموں کو سرانجام دیتے ہیں۔ جب انسان بیمار ہوتا ہے تو وہ اپنی ہی بد نظمی اور بے ضابطگی کی وجہ سے بیمار ہوتا ہے اس کائنات میں جمادات ہوں یا نباتات، حیوانات ہوں یا حشرات تمام کسی نہ کسی قانون کے پابند ہیں۔ ساری کائنات قانون الٰہی کی پابند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں اس بارے میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ”نہ تو سورج ہی سے یہ ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔“

س2۔ قانون کا احترام کرنے کے کیا فوائد ہیں؟

ج: قانون کا احترام کرنے سے معاشرے میں نظم و ضبط پیدا ہوتا ہے۔ معاشرے کے تمام افراد کے حقوق کا تحفظ ہوتا ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے حقوق سلب نہیں کر سکتا۔ معاشرے میں سلامتی اور امن وامان قائم ہو جاتا ہے۔ معاشرے میں مساوات اور برابری پیدا ہوتی ہے۔ جرائم ار مجرمانہ سرگرمیوں کی روک تھام ہوتی ہے۔

س3۔ قانون کو توڑنے کے کیا نقصانات ہیں؟

ج: ملکی قوانین کا احترام کرنا بھی نہایت ضروری امر ہے۔ ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی اکثر حادثات کا سبب بنتی ہے۔ راستے میں رکاوٹیں پیدا کر دینا، شور اور دھویں والی گاڑیاں چلانا، مساجد، ہسپتال اور سکول و مدارس کے قریب ہارن بجانا اور اس طرح کے دیگر کام جن سے دوسرے لوگوں کو تکلیف ہو ان سے بچنا ضروری ہے۔ قانون ہمارے اجتماعی فائدے اور معاشرے میں نظم وضبط قائم کرنے کے لیے ہوتا ہے اگر اس کو توڑا جائے گا تو بدامنی اور بد نظمی پیدا ہو گی جس کا نقصان ہم سب لوگوں کو اٹھانا پڑے گا۔

باب نمبر5: 1۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

س1۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی معجزانہ پیدائش کے سلسلے میں یہود کے الزام کو کس طرح رد کیا؟

ج: حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل میں اللہ کے آخری رسول تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ محترمہ کا نام مریم تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش اللہ کے حکم سے بغیر باپ کے معجزانہ پر ہوئی تھی۔ ان کی والدہ بنی اسرائیل کی نسل سے تھیں اور حضرت عیسیٰؑ بھی بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ان کی بغیر باپ کے پیدائش پر بنی اسرائیل نے ان کی والدہ حضرت مریمؑ پر بد چلنی کا الزام لگایا تو انہوں نے ماں کی گود ہی سے ایسی عمر میں کلام کیا جس عمر میں بچے کلام کرنے کے قابل نہیں ہوتے اور اپنی ماں کی پاک دامنی ثابت کر دی۔

س2۔ حضرت عیسیٰؑ کے تین معجزات بیان کریں۔

ج: حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے معجزات عطا فرمائے۔ اس زمانے میں طب یونانی اپنے عروج پر تھی۔ جن بیماریوں کو ماہر یونانی طبیب بھی لا علاج قرار دے چکے تھے حضرت عیسیٰؑ اللہ کے نام سے انہیں ٹھیک کر دیتے۔ پیدائشی نابینا دیکھنے لگتے۔ کوڑھی اسی وقت تندرست ہو جاتے۔

س4۔ حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرانے کے لیے یہود نے کس طرح مقدمہ قائم کر کے فیصلہ کیا؟

ج: یہودی حضرت عیسیٰؑ کی مقبولیت سے گھبرا گئے۔ انہیں اس بات کا خطرہ پیدا ہو گیا کہ حضرت عیسیٰؑ ان کی مذہبی سرداری اور اجارہ داری ختم کر دیں گے۔ اس لیے انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو ختم کرنے کی سازش شروع کر دی۔ یہودی فلسطین کے رومی گورنر کے پاس مقدمہ لے کر گئے کہ اس نے ہمارا دین بگاڑنا شروع کر دیا ہے۔ ہمارے جوانوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ ہمارے درمیان اختلافات کھڑے کر دیے ہیں اور ہمارے اندر فتنہ برپا کر دیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اسرائیل کا بادشاہ کہتا ہے۔ وہ قانون اور حکام کا احترام نہیں کرتا۔ وہ ایک انقلابی شخص ہے اور وہ حکومت کے لیے بھی ایک بہت بڑا خطرہ بن گیا ہے۔

2۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

س1۔ حضرت فاطمہؓ الزہرا کی سیرت پر نوٹ قلمبند کیجئے۔

ج: حضرت فاطمہؓ نبی کریم ﷺ کی سب سے محبوب صاحبزادی ہیں۔ آپؓ کا لقب زہرا ہے۔ آپؓ بعثت نبوی سے پانچ برس قبل پیدا ہوئیں۔ آپؓ کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والی سب سے پہلے خاتون تھیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جنتی خواتین میں سے افضل ترین خدیجہ، فاطمہ، مریم اور آسیہ ہیں۔" ایک اور حدیث میں آپؓ کو سیدۃ النساء اھل الجنۃ فرمایا گیا جس کا مطلب ہے "تمام جنتی عورتوں کی سردار"

حضرت فاطمہؓ کم عمری سے ہی نہایت زیرک اور حق پرست تھیں۔ مکی دور کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ کعبہ کے قریب نماز ادا کرنے میں مصروف تھے کہ کفار نے آپ ﷺ کو ایذا پہنچانے کا منصوبہ بنایا۔ "عقبہ بن معیط" نامی سردار جو دیگر سرداران قریش کے ساتھ وہاں موجود تھا اور آپ ﷺ کو نماز ادا کرتے دیکھ رہا تھا، وہاں سے اٹھا اور ایک اونٹ کی اوجھڑی اٹھا لایا۔ اونٹ کی وزنی اوجھڑی اس نے سجدے کی

حالت میں آپ ﷺ کی پشت مبارک پر رکھ دی۔ اس دوران کسی نے حضرت فاطمہؓ کو اس واقعہ کی خبر کر دی۔ یہ سُن کر آپؓ خانہ کعبہ پہنچیں اور روتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے اپنے والد کی پشت سے وہ اوجھڑی ہٹائی اور قریش کے ان سرداروں کے لیے بددعا فرمائی۔

س2۔ حضرت فاطمہؓ کا طرزِ زندگی کیسا تھا؟

ج: حضرت فاطمہ الزھراؓ نے نہایت سادہ اور پُر مشقت زندگی بسر فرمائی۔ سیدۃ النساءؓ گھر کے تمام کام خود سرانجام دیتیں یہاں تک کہ چکی بھی خود پیستیں جس کی وجہ سے آپؓ کے ہاتھوں میں آبلے پڑ جاتے تھے۔ گھریلو ذمہ داریوں میں مدد کے لیے آپؓ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک لونڈی کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "بیٹی! میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتادوں جو لونڈی اور غلام سے بہتر ہو؟" آپؓ بولیں "میرے پیارے اباجان! فرمایئے وہ کیا بات ہے؟" آپ ﷺ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ جب رات کو آرام کرنے لگو تو 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمد للہ اور 34 بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو کیونکہ یہ لونڈی یا غلام سے بہتر ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے اصرار کرنے کی بجائے انتہائی سعادت مندی سے فرمایا "میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا پر راضی ہوں۔" تسبیح کے یہ کلمات "تسبیحات فاطمہ" کے نام سے معروف ہیں۔

3۔ حضرت سلمان فارسیؓ

س1۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا خاندانی پس منظر بیان کریں۔

ج: حضرت سلمان فارسیؓ نے مجوسیوں کے گھر میں آنکھ کھولی۔ آتش پرستی میں خوب محبت اور غور و فکر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ خاص اس آتش کدے کے نگران اور انچارج مقرر ہوئے جس میں کبھی آگ نہ بجھتی تھے اور اس آگ کی پوجا ہوتی تھی۔ ان کے والد کی بہت بڑی جاگیر تھی۔ جس میں بے حساب اجناس کی پیداوار ہوتی تھی۔

س3۔ شام میں پہنچنے کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ پر کیا گزری؟

ج: حضرت سلمان فارسیؓ کو عیسائیوں سے معلوم ہو چکا تھا کہ اُن کا دینی مرکز ملک شام میں ہے۔ انہوں نے عیسائیوں کو پیغام بھجوایا کہ اگر تمہارے پاس شام جانے والا کوئی قافلہ آئے تو مجھے اطلاع کر دینا۔ تھوڑے ہی دن بعد شام جانے والا ایک قافلہ آگیا۔ انہوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کو خبر دی۔ سلمان فارسیؓ چھپتے چھپاتے اُن کے ساتھ شام جا پہنچے۔ وہاں جا کر پوچھا اس دین میں سب سے بڑا آدمی کون ہوتا ہے؟ جواب ملا کلیسا (گرجا) کا نگران اعلیٰ اسقف یا بشپ ہوتا ہے۔ حضرت سلمانؓ اُس کے پاس گئے اور کہا کہ مجھے نصرانیت سے دلچسپی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کروں اور آپ کے ساتھ دعا میں شمولیت کروں۔ اُس نے اجازت دے دی اور سلمان فارسیؓ اُس کی خدمت میں رہنے لگے۔ لیکن انہیں جلد ہی معلوم ہو گیا کہ وہ ایک غلط کار شخص تھا۔ لوگوں سے دین کے نام پر رقم بٹورتا اور اسے نہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا اور نہ کسی فقیر درویش کو دیتا۔ بلکہ اس نے ایک بہت بڑا خزانہ جمع کر لیا تھا۔ وہ مر گیا تو عیسائی اسے دفن کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی نے انہیں سب کچھ بتا دیا اور اس کا خزانہ بھی انہیں دکھا دیا۔ انہوں نے کہا ہم اسے دفن نہ کریں گے بلکہ سولی چڑھا کر سنگسار کر دیں گے۔

س4۔ عموریہ کے راہب نے حضرت سلمان فارسیؓ کو سرکارِ مدینہ کی کیا نشانیاں بتائی تھیں؟

ج: عموریہ میں ایک عیسائی بزرگ کی خدمت میں رہے۔اس کی خدمت میں رہنے کے دوران حضرت سلمان فارسیؓ نے گائیوں اور بکریوں کے ریوڑ بھی پال لیے تھے۔اس نے وفات سے پہلے بتایا کہ خدا کی قسم،اب میرے علم میں زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں جو ہدایت پر ہو۔لیکن وہ زمانہ قریب آگیا ہے جس میں ملک عرب سے دین ابراہیمؑ کا حامل ایک نبی نمودار ہونے والا ہے۔وہ اپنے شہر سے ایک ایسی آبادی کی طرف ہجرت کر کے آئے گا جس میں کھجوروں کے باغ ہوں گے جو دو لاوے کی چٹانوں سے گھری ہوئی ہے۔اس کی کچھ نشانیاں ایسی ہیں جو چھپ نہیں سکتیں۔وہ تحفہ ہدیہ تو قبول کر لے گا لیکن صدقہ کا مال نہیں کھائے گا۔اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی۔ہو سکے تو اس بستی کی طرف چلا جا۔

4۔ محمد بن قاسمؒ

س1۔ مسلمانوں کے سندھ پر حملے کا سبب بیان کریں۔

ج: اس دور میں عرب تاجر خلیج فارس اور بحیرہ عرب کے راستے دور دور تک مال تجارت لے کر جاتے تھے۔ان تاجروں میں سے اکثر ہی ممالک میں آباد ہو گئے تھے۔جزیرہ سراندیپ (لنکا) میں مقیم بعض عرب تاجروں کا انتقال ہو گیا۔ان عرب تاجروں کے اہل و عیال کو ایک جہاز کے ذریعے واپس بھیجا گیا۔ان کے پاس قیمتی تحائف بھی تھے۔جب یہ جہاز دیبل کے قریب پہنچا تو سندھ کے حاکم راجہ داہر کے سپاہیوں نے جہاز لوٹ لیا اور عرب عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔

یہ خبر اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عراقی گورنر حجاج بن یوسف کو ملی۔اُس نے سندھ کے حکمران راجہ داہر کو خط لکھا کہ عرب قیدیوں کو رہا کیا جائے۔اور ڈاکوؤں سے لوٹا ہوا مال واپس لے کر عراق بھیجا جائے۔راجہ داہر نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی اور کہا کہ ”یہ کام سمندری ڈاکوؤں کا ہے میں اس معاملے میں بے بس ہوں۔“ اس جواب کے بعد حجاج بن یوسف نے سندھ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور باقاعدہ طور پر خلیفہ سے اجازت حاصل کی۔

حجاج بن یوسف نے چھ ہزار تربیت یافتہ شامی فوج کا لشکر تیار کیا۔یہ ساری فوج تیز رفتار گھوڑوں پر سوار تھی۔اس فوجی دستے کے پاس بہت سی منجنیقیں تھیں۔جن میں قلعہ شکن ”عروس“ نامی منجنیق بھی تھی۔جس کو پانچ سو سپاہی حرکت دیتے تھے۔محمد قاسمؒ اس جری فوج کے ہمراہ مکران کے ساحل کو عبور کر کے پنجگور اور ارمن بیلہ کو فتح کرتے ہوئے دیبل پہنچے۔

س2۔ دیبل کی فتح پر نوٹ لکھیں۔

ج: دیبل میں راجہ داہر کی فوج مسلمانوں کے فوجی لشکر کو دیکھ کر قلعہ بند ہو گئی۔منجنیق کی سنگ باری سے دیبل کے صنم کدے کا پرچم گر گیا۔جس سے اہل شہر کی ہمت ٹوٹ گئی۔مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے اور چند مسلمان کمند ڈال کر فصیل پر چڑھ گئے۔تین روز لڑائی کے بعد راجہ داہر کے حاکم شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔فتح کے بعد محمد بن قاسمؒ نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔کسی کو جنگی قیدی نہیں بنایا جائے گا۔غیر مسلموں سے رواداری کا سلوک کیا جائے گا۔کوئی شخص مندر کی بے حرمتی نہیں کرے گے۔مسلمانوں نے وہاں کے پُرامن لوگوں کے ساتھ جان بخشی کا سلوک کیا۔

5۔ بو علی سیناؒ

س1۔ بو علی سیناؒ کا تعارف بیان کریں۔

ج: ابنِ سیناؒ اسلامی دنیا کے مشہور طبیب اور سائنسدان تھے۔ انہیں علمِ فلکیات اور ریاضی میں مہارت حاصل تھی۔ وہ حیاتیات کے ماہر خصوصی، علم العلاج اور علم الامراض پر گہری نظر رکھنے والے تھے۔ وہ اگست 980ء میں بخارا کے ایک گاؤں اخشنہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام حسین والد کا نام عبداللہ اور "سینا" آباؤ اجداد میں سے کسی کا نام تھا جو اُن کے نام کا حصہ بن گیا۔ اہل مغرب میں "اوی سینا" کے نام سے مشہور ہیں۔

6۔ شاہ ولی اللہؒ

س1۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے بچپن کے حالات لکھیں۔

ج: حضرت شاہ ولی اللہؒ 21 فروری 1703 میں مشہور مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہدِ حکومت سے چار سال قبل ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد کا نام شاہ عبدالرحیم تھا جو بہت پائے کے عالم، صوفی اور قناعت پسند بزرگ تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا سلسلہ نسب اپنے والد کی طرف سے امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ سے جا ملتا ہے۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ آپؒ بچپن ہی سے ذہین تھے اور مضبوط حافظہ کے مالک تھے۔ سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد فارسی اور عربی کتابیں پڑھنا شروع کر دیں۔ پندرہ برس کی عمر میں اُس زمانہ کے مروجہ علوم مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، کلام اور منطق وغیرہ حاصل کر لیے۔

حفظ وناظرہ

سپارہ نمبر 30

ایمان مفصل، ایمان مجمل، چھ کلمے، دعا بعد اذان، مکمل نماز بمعہ ترجمہ، آیت الکرسی بمعہ ترجمہ، دعائے قنوت، سپارہ نمبر 30 کی آخری دس سورتیں (سورۃ الفیل سے سورۃ الناس زبانی یاد کرنی ہے)

نوٹ: معروضی مشق کتاب پر حل کریں۔

Note: Islamiat work given above will be done on Islamiat school copy. (learn also)

نوٹ: اسلامیات کا کام سکول کی کاپی پر لکھنا اور یاد کرنا ہے۔